دارالافتاء

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی *

# شینل کمپنی کے کاروبار کی شرعی حیثیت

## الاستفتاء

محترم ومکرم جناب مفتی صاحب' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! بعد از سلام عرض ہے کہ میں ضلع مردان کے گاؤں غلہ ڈھیر کا ایک باشندہ ہوں۔ مسئلہ یہ پوچھنا ہے۔ کہ چائنہ کی ایک کمپنی ہے جو شینل کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کمپنی ایک مشین فروخت کرتی ہے۔ کمپنی کا دعویٰ ہے کی اس مشین سے ۱۷۰ بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ اس کمپنی کے کاروبار کا طریقہ کچھ یوں ہے۔ یہ مشین عام بازار میں سستے داموں ملتی ہے مگر کمپنی والوں نے اس کی قیمت 10000 دس ہزار روپے مقرر کئے ہیں' گاہک اس مشین کو 10,000 پر اس طرح خریدتا ہے کہ 6500 روپے نقد دیتا ہے اور 3500 روپے اسکے ذمے قرض رہتا ہے' اس قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اس آدمی کو کمپنی کا ممبر کہا جاتا ہے۔ یہ آدمی اب دو اور آدمیوں کو مشین خریدنے کیلئے تیار کرے گا جب وہ دو آدمی مشین خرید لیتے ہیں۔ تو اس پہلے والے شخص (ممبر) کو دونوں میں سے ہر ایک کے بدلے (۱۰۴۰) ایک ہزار چالیس روپے کمیشن دیا جاتا ہے۔ جو دونوں کے (۲۰۸۰) دو ہزار اسی روپے بنتے ہیں۔ چونکہ یہ آدمی کمپنی کا مقروض ہوتا ہے۔ تو کمپنی حساب وکتاب کر کے اس کے کمیشن سے قرضہ پورا کرتی ہے۔ پھر آگے یہ دو آدمی بھی الگ الگ دو دو آدمی تیار کرتے ہیں۔ تو ان کو (۱۰۴۰) ایک ہزار چالیس روپے فی آدمی ملتے ہیں۔ لیکن پہلے والے صاحب (ممبر) کو بھی ان کے تیار کردہ آدمیوں سے فی آدمی (۲۴۰) دو سو چالیس روپے کمیشن ملتا ہے۔ تو اس طرح ان چار آدمیوں کی نسبت سے (۹۶۰) نو سو ساٹھ روپے پہلے والے ممبر کا کمیشن بن جاتا ہے اور اس طرح یہ ہر آدمی اپنے پیچھے دو آدمی لگائے گا اب جب پہلے والے صاحب کے پیچھے (۶) آدمی پورا ہو جائیں تو اب یہ پہلا والا صاحب ایک اور آدمی تیار کرے گا تو اس کے بدلے میں اس کو (۸۰۰) آٹھ سو روپے کمیشن دیا جائے گا۔ اور اب یہ آدمی اپنے پیچھے دو آدمی لگائے گا۔ اور اس طرح وہ دو اور دو دو آدمیوں کو تیار کریں گے۔ تو پہلے والے

---

* مفتی ومدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صاحب (ممبر) ہر ایک کے بدلے میں (۸۰۰) آٹھ سو روپے ملیں گے۔ اور یہ لامتناہی سلسلہ چلتا رہے گا۔ اسی طرح پہلے والے صاحب نے جو آدمی سب سے پہلے تیار کیے تھے تو جب وہ آدمی چھ افراد پورا کر کے (۸۰۰) آٹھ سو روپے کمیشن کیلئے افراد تیار کریں گے۔ تو ان پہلے والے صاحب کو ان کے تیار کردہ افراد اور پھر انکے تیار کردہ افراد کے ہاتھوں اور تیار شدہ افراد کے بدلے فی آدمی (۲۴۰) دو سو چالیس روپے ملیں گے اس طرح جب یہ میزان (۳۰) تک پہنچ جائے گا تو پہلے والے صاحب کو (۲۰۰۰۰) بیس ہزار روپے نقد اور ایک موٹر سائیکل دورات بڑے ہوٹل میں قیام اور کمپنی کی طرف سے لیگل ٹریننگ بطور انعام دیا جائے گا۔ پھر اور آگے چل کر جب تعداد (۳۰۰) یا کچھ اوپر ہو جائے تو ایک موٹر کار جسکی قیمت (۱۰۰۰۰۰۰) دس لاکھ ہے اور کچھ نقد انعام بھی ملے گا اور ساتھ ساتھ کمیشن ہر پندرہ دن بعد اسکو ملتے رہیں گے۔ نقشہ اسکا کچھ اسطرح ہے۔

لہذا جب چھ آدمی تیار کرنے کے بعد زید نے سلطان کو تیار کیا۔ تو اب (۸۰۰) آٹھ سو روپے کمیشن ملے گا اور اس کے بعد سلطان کے پیچھے لامتناہی جتنے آدمی لگیں گے۔ ۸۰،۸۰ روپے فی آدمی زید کو ملتا رہے گا۔ جب عمر اور بکر کے پیچھے چھ آدمی مکمل ہو گئے۔ تو اب عمر اور بکر نے جاوید اور ساجد کو تیار کیا اور پھر جاوید اور ساجد کے پیچھے جتنے آدمی لگے تو فی آدمی عمر اور بکر کو (۸۰۰) روپے ملیں لیکن زید کو بھی فی آدمی (۲۴۰) روپے ملیں گے۔ اور اس طرح جب (۳۰) ممبران پورے ہو جائیں تو زید کو (۲۰۰۰۰) ہزار نقد ایک موٹر سائیکل بڑے ہوٹل میں دورات قیام اور لیگل ٹریننگ بطور انعام دیا جائے گا اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ جہاں تک مجھے معلومات ہے تو اسمیں زیادہ تر دیندار طبقہ پھنسا ہوا ہے اور اس کی وجہ غالباً جواز کے وہ فتاویٰ ہیں جو اس کمپنی کے لین دین کے جواز پر جاری ہو چکے لہذا آپ حضرات سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا شریعت کی رو سے یہ کاروبار جائز ہے یا ناجائز؟ مسئلے کی وضاحت فرما کر اللہ تعالیٰ سے اجر حاصل کریں۔ مستفتی: سید اصغر شاہ ولد سید حافظ قدیم شاہ (مرحوم) گاؤں غلہ ڈھیر ضلع و تحصیل مردان

---

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب و باللہ التوفیق

اسلام نے اقتصادی نظام کے چلانے اور اس کو کامیاب اور مؤثر طریقے سے آگے بڑھانے کے لئے جو اصول تجارت اور اجارہ کی جو صورتیں مقرر کی ہیں ان اصول کے تحت ان معاملات کو مشروع کرنے کی اصل حکمت اور فلسفہ یہ ہے کہ جو روپیہ، پیسہ موجود ہو وہ گردش میں رہے اور اسی گردش سے حقیقی اثاثے اور خدمات وجود میں آئیں اور اس سے صحت مند معاشی سرگرمیاں جنم لیں، یہ اصول اس لئے بھی وضع ہیں کہ مال چند ہاتھوں میں منجمد نہ ہو۔ اور اسی

سے دھوکہ، فریب یا کسی دوسرے حرام طریقے سے مال کمانے کے دروازے بھی بند ہو جائیں اس لئے جو مال ظاہری ہیرا پھیری سے کمایا جاتا ہے شریعت مقدسہ نے اسکو حرام قرار دیا ہے۔ مال و دولت کے حرص و لالچ نے انسان کے دل و دماغ پر ایسا جنون طاری کر دیا ہے کہ وہ حلال و حرام کی پرواہ کئے بغیر مال کمانے کے در پے ہے اور اس کے حصول کیلئے نئی نئی شکلیں اور مختلف صورتیں ایجاد کر دیتا ہے، کبھی اسٹیٹ لائف انشورنس کے ذریعے مال کمانے کا طریقہ لوگوں کے سامنے کر دیتا ہے اور کبھی پرائز بانڈ اور پرائز نمبروں سے لوگوں کے اموال کو لوٹتا ہے اور کبھی لکی انعامی اسکیم اور سیفوزی انعامی اسکیم کے وجود کو پروان چڑھاتا ہے۔ اور آج کل گزشتہ طرق اکتساب کی طرح شینل کمپنی اور پرائم بینک کے نام سے نئے روپ میں اکتساب مال کا ذریعہ پیش کیا ہے۔ دور حاضر میں مسلمان ویسے بھی دین کے ہر شعبہ میں سستی اور غفلت کے شکار ہیں اور خصوصاً معاملات کے بارے میں تو اس درجہ کو پہنچ چکے ہیں کہ اس کو تو دین کا جزو ہی نہیں سمجھتے اس لئے آج کل مسلمان ان معاملات کا ارتکاب اس لئے کرتے ہیں جیسا اسلامی تعلیمات کے منکرین کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مال و دولت کا یہ حرص انسان کو تباہی کے گھڑے میں ڈال دیتا ہے، اس حرص کی ایک کڑی، شینل کمپنی کا لین دین بھی ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں مختلف فتاوٰی جات مختلف دارالافتاؤں سے جاری ہو چکے ہیں۔ جو بظاہر متعارض ہیں۔ بعض جواز کے فتاوٰی نے بہت سارے متدین حضرات کو بھی اس کمپنی کے ممبر (رکن) بننے کیلئے جواز فراہم کر دیا ہے۔ لیکن فتاوٰی کا یہ تعارض کمپنی کے ظاہری بیان نے پیدا کیا ہے۔ جو اس کمپنی والے لوگ حضرات مفتیان کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں جسمیں بیع ادھار کی صورت میں زیادہ رقم لینے اور ممبر پیدا کرنے کی صورت میں اس کی سعی و کوشش کے بدلے اجرت دینے کی صورتیں شامل ہیں اس طرح بعض مواقع پر اپنے بعض ممبران کو انعام کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور کمپنی کے ممبران و اہلکار حقیقت کو اپنے رانوں کے نیچے دبا کر حضرات مفتیان کرام سے جواز کا فتوٰی حاصل کر لیتے ہیں، اس قسم کے ایک استفتاء کا جواب دارالافتاء جامعہ خلفاء راشدین ماڑی پور جو کراچی سے شائع ہوا تھا اور اس پر استاد محترم حضرت مولانا مفتی نظام الدین دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب زید مجدہم کے تصویبی کلمات بھی درج تھے، بندہ کے پاس آیا تھا، چونکہ جواب بالکل عین استفتاء کے مطابق تھا اس لئے حضرت الاستاذ پر اعتماد کرتے ہوئے اس ناچیز نے بھی اس جواب کی تصدیق کر دی مگر بعد میں جب اصل صورتحال پر آگاہ ہوا تو اسی وقت دوسرے استفتاء کے جواب میں اس تصویب سے رجوع کیا اور ایک اہم مجلس میں بندہ نے حضرت مفتی صاحب سے خود بھی اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس تصویب سے رجوع کیا ہے، اس لئے ان تصویبات کو قابل قبول نہ مانا جائے اسکے علاوہ جو فتاوٰی جواز میں جاری ہو چکے ہیں اس سے اسکی اصلیت نہیں بدل سکتی اور نہ بعض صورتوں کے جواز سے کل صورتوں کا جواز ثابت ہو سکتا ہے اصل میں اس کمپنی کے کاروبار میں اسٹیٹ لائف انشورنس کی طرح کئی خرابیاں موجود ہیں جنکی وجہ سے اس کاروبار کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پہلی خرابی: شینل کمپنی کے کاروبار میں بنیادی خرابی یہ ہے کہ کمپنی کا یہ لین دین اسلامی تجارت کے اصول و مقاصد کیخلاف ہے اس میں سرمایہ چند ہاتھوں کیطرف تشکیل ہوتا ہے جو کہ وصول الی الحرام (اکتناز دولت) کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے اسلام نے معاشی نظام کے اس تباہ کن ذریعہ سے منع فرمایا ہے اور ذریعہ کے اپنانے والے کو ملعون کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ "لا یحتکر الا خاطئ": رواہ الترمذی باب ما جاء فی الاحتکار (ابوداؤد، ترمذی کتاب البیوع)

دوسری خرابی: یہ ہے کہ شینل کمپنی کا طریقہ کار تجارت کی نیت سے نہیں بلکہ دولت کمانے کی غرض سے ہے ورنہ یہ ہیلتھ مشین بازار میں عام طور پر دستیاب ہوتا ہے اور ہر ایک کی رسائی اس تک ممکن ہوتی مگر یہاں ایسا نہیں، حقیقی بیمار بھی مہنگے داموں شینل کمپنی کے دفتر سے خریدے گا جبکہ اس کے مقابل اس مرض کے لئے استعمال ہونے والی یہی مشین عام بازار میں بہت ہی کم قیمت پر دستیاب ہے اور شینل کمپنی اس طریقہ پر اسی مشین کو غالی قیمت پر فروخت کرتی ہے تو اس سے لازماً یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ طریقہ صرف دولت کی کمائی کے لئے ایک حیلہ ہے جو بظاہر تجارت کے مشابہ ہے اور ایسا کرنا اسلامک فائنانسنگ کے اغراض و مقاصد کے بالکل خلاف ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے اسلامی اصول کے اغراض و مقاصد کے خلاف حیلہ بازی کرنے والے مفتی سے فتویٰ لینے کو منع فرمایا ہے لکھتے ہیں: ۔لا یجوز للمفتی تتبع الحیل المحرمة والمکروهة وهؤلاء تتبع الرخص لمن أرادنفعه فان تتبع ذالک فسق و حرم إستفتاؤه) (اعلام الموقعین ج۲ ص۵۳۹) تو جب ایسے حیلہ باز مفتی سے فتویٰ لینا جائز نہیں اور نہ ایسے حیلوں کی اتباع جائز ہے تو جو طریقہ کسی معاملہ کے اغراض فاسد کرتا ہو تو پھر اس قسم کے حیلہ بازیوں سے دولت کمانا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اس طرح علامہ سید احمد طحطاویؒ نے بھی لکھا ہے "ویحرم التساهل فی الفتوی و اتباع الحیل و ان فسدت الاعزاض" (طحطاوی علی در مختار ج ۳ ص ۱۷۵)

تیسری خرابی: اور اسی طرح یہ بات بھی مخفی نہیں کہ جو لوگ وہاں جا کر مشین خریدتے ہیں ان کا اصل مقصد کمپنی کا ایجنٹ بن کر مقرر کردہ کمیشن اور انعام کے ساتھ کرنا ہے۔ کمپنی کا ایجنٹ بن کر اپنی سعی اور کوشش کے عوض کمیشن حاصل کرنا اگرچہ جائز ہے، مگر اس قسم کے عقود کچھ شرائط کے ساتھ مقید ہوتے ہیں، جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس قسم کے عقود اسی شرط نہ لگائی جائے جو اس معاملے کا حصہ نہ ہو بلکہ کوئی خارجی چیز ہو اور اس کے ساتھ اس میں ایک طرف یا دونوں کا فائدہ ہو اگر اس میں کوئی ایسی شرط لگائی جائے تو معاوضہ شرع کی رو سے ناجائز ہوگا، اور یہاں ایسی شرط موجود ہے اس لئے کہ شینل کمپنی کے ایجنٹ بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص کمپنی ایجنٹ بننے سے پہلے کمپنی سے ہیلتھ مشین ضرور خریدے گا، ورنہ کمپنی اس کو اپنا ایجنٹ تسلیم نہیں کرتے، اور ظاہر ہے کہ مشین خریدنا تو اس معاملے کا حصہ ہے کہ معاملہ اس پر موقوف ہو اور معاملہ اس کا تقاضہ کرے، اور اس کے ساتھ ساتھ کمپنی کا اس میں فائدہ بھی ہے۔

چوتھی خرابی: یہ ہے کہ شینل کمپنی کا یہ کاروبار بغیر ادھار کے نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ کمپنی والے اپنے ممبر سے اس ادھار کے بدلے بے شمار فوائد حاصل کرتے ہیں اس کمپنی کے ممبر کا قرض اس وقت ادا ہوتا ہے۔ جب وہ دو افراد کو کمپنی ممبران بنائے اور پھر ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے دو دو افراد کو ممبران بنائے گے تو اس قرض معاملہ کی وجہ سے کمپنی اپنے ان قرضدار ممبران سے کافی فوائد حاصل کرتی ہے، شریعت مقدسہ کی اصطلاح میں قرض کا ایسا معاملہ سود کے زمرے میں داخل ہوتا ہے۔ "عن علیؓ امیر المؤمنین مرفوعاً کل قرض جر نفعا فهو ربا" (اعلاء السنن ١٤ / ٥١٢)

بلکہ مشکوۃ المصابیح میں روایت ہے کہ " اذا اقرض احدکم قرضاً و أهدی الیه أو حمله علی الدابة فلا یر کبها و لا یقبلها الا اذا جرٰی بینه و بینه قبل ذالک (مشکوٰة ١ / ٢٤٦)

اسی طرح حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ و عن عطاء کانو ایکر هون کل قرض جر منفعة (اعلاء السنن ١٤ / ٥١٤) ان تمام روایات سے سود کی حرمت اور قرض کی وجہ سے فوائد حاصل کرنے کی ممانعت بالکل واضح ہے اور علامہ عثمانیؒ مزید وضاحت کے لئے فرماتے ہیں فلا یحل إقراض شئ لیرد الیک أقل و لا اکثر و لا من نوع آخر اصلاً و قال الموفق فی المغنی و کل قرض شرط فیه الزیادة فهو حرام بلا خلاف و قدر وی عن أبی بن کعب و ابن عباس و ابن مسعود إنهم نهو ا عن قرض جر منفعة و با الجملة فحرمة الزیادة المشروط فی القرض مجمع علیها لا خلاف فیها من احد لکونها منفعة قد جر القرض (اعلاء السنن ١٤/ ٥١٤) اسکے علاوہ کمپنی کے طریقہ کار کے مطابق ان ڈائرکٹ یعنی بالواسطہ ممبران کے بدلے میں جو کمیشن ممبر بالا کو ملتی ہے وہ کمیشن اس کے محنت کے بغیر ہوتی ہے جو اجرت الدلال نہیں بلکہ اس پر سود کی تعریف صادق آتی ہے اسلئے کہ ممبر بالا بغیر محنت کے بالواسطہ ممبران سے کمیشن کا اپنے آپکو مستحق سمجھتا ہے اور اس کو قانوناً حق حاصل ہے الرباء هو مجرد کسب من غیر غوض و الشرع یحرم اخذ المال ظلماً بغیر حق شرعی (التفسیر المنیر ٣ / ٩٩) اور علامہ عثمانیؒ نے لکھا ہے الربوا فی االلغة هو الزیادة و المرادبه فی الآیة کل زیادة لم یقا بلها عوض (احکام القرآن ۱/۲۶۳) اور علامہ جصاص رازیؒ نے لکھا ہے اصل الربوا فی اللغة هو الزیادة و فی الشرع یقع علی معان لم یکن الاسم موضوعاً لها فی اللغة (احکام القرآن ۱/۴۶۴) اور امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں "قال بعضهم إن الله حرم الربوا من حیث ان یمنع الناس عن الاشتغال بالمکاسب فلا یکاد یتحمل مشقة الکسب و التجارة و الصناعات الشاقة (تفسیر کبیر) ٧ / ٩٤) اور فتاوی ھندیہ میں سود کی

تعریف لکھی ہے کہ "هو في الشرع عبارة عن فضل مال لايقابله عوض في معاوضة مال بمال (الهندية) یہ تمام تعریفات چونکہ بالواسطہ ممبران سے کمیشن پر صادق ہے اس لئے یہ کمیشن بھی سود ہی میں داخل ہے۔

پانچویں خرابی: یہ ہے کہ اس کمپنی کے کاروبار میں رشوت اور قمار کا عنصر پایا جاتا ہے اس لئے کہ ممبر ایجنٹ بننے کی طمع اور لالچ میں مشین کی عام قیمت کی بجائے زیادہ قیمت دیتا ہے جو رشوت کے مشابہ ہے اگر چہ بظاہر اس زائد قیمت (پیسوں) کو اصل قیمت کا حصہ بنایا جاتا ہے رسول اکرم ﷺ نے رشوت کے لین دین کو دخول دوزخ کا سبب بتایا ہے فرماتے ہیں الراشي والمرتشي كلاهما في النار (الحدیث) اس کے علاوہ ممبر یہ زائد رقم داؤ پر اس لئے لگاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ دوسرے کو اس کمپنی گاہک بنا کر کمپنی کو دی گئی رقم سے زیادہ رقم وصول کرے مگر اس میں یہ بھی امکان ہے کہ ممبر گاہک نہ بنا سکے اور اس کی زائد رقم ڈوب جائے۔ جس کو مخاظرہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ قماری (جوا) کی قسم ہے، علامہ جصاص رازیؒ فرماتے ہیں۔ "ولاخلاف بين اهل العلم في تحريم القمار و إن المخاطرة من القمار فقال ابن عباسؓ ان المخاطرة قمار و ان اهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة و قد كان مباحاً الى ان ورد تحريمه " (احکام القرآن ۱/ ۳۸۸) اس کے علاوہ اس کاروبار میں غرر بھی موجود ہے علامہ کاسانیؒ غرر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں الغرر ما يكون مستور العاقبة (بدائع ۳ / ۶۸) اور فقہاء مالکیہ لکھتے ہیں " ما تدد بين السلامة والتلف "(حاشية الدسوقي على الشرح الكبير ۳ / ۲۵) اور علماء شوافع لکھتے ہیں" كل ما يمكن أن يوجد (حاشية الدسوقي ۳/ ۲۵)

چھٹی خرابی: پانچویں خرابی یہ ہے کہ اس معاملہ میں جو ادھار ہوتا ہے اس کی ادائیگی کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہوتا بلکہ یہ قرض اس غیر معینہ اور مجہول مدت تک ممبر کے ذمہ ہوتا ہے یعنی جب تک یہ شخص مزید دو ممبر نہ بنا سکے اور جب دو ممبر بنا دے تو اس کا قرض اس ممبران کے کمیشن سے ادا ہو جاتا ہے اور اس قسم کا معاملہ عموماً نزاع، لڑائی جھگڑے کا باعث بنتا ہے اس لئے شریعت مقدسہ نے ہر اس معاملہ کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے جو مفضی الی النزاع ہو اور اس قسم کے معاملات کو موجب فساد قرار دیا ہے۔

و في الذاهدي باعه بثمن نصفه نقد و نفعه اذا رجع من بلد كذا فهو فاسد (رد المختار ۵ / ۸۲) اور ھندیہ میں ہے " وأما شرائط الصحة..... فمنها معلومية الاجل في البيع بثمن مؤجل فيفسد ان كان مجهولاً (الهنديه )

ساتویں خرابی: یہ ہے کہ ممبر سازی کی اس دوڑ میں جو انعامات مقرر ہوئے ہیں مثلاً موبائل فون، موٹر سائیکل، چین کی سیر اور دیگر سہولیات جو کمپنی کی طرف سے دی جاتی ہیں اس پر انعام کی تعریف صادق نہیں آتی۔

اسلئے کہ انعام دینے والے کی مرضی پر موقوف ہوتا ہے اگر چہ انعام دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور اگر نہ دینا چاہے تو اسے انعام دینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جبکہ یہاں انعام دینا کمپنی کی ذمہ داری ہے انعام نہ دینے کی صورت میں ممبر ساز اپنے انعام کو قانون کے ذریعے بھی کمپنی سے وصول کر سکتا ہے۔

آٹھویں خرابی: ممبر سازی کے ان تمام سہولیات اور مناصب کا مدار ان ناجائز منافع اور ناجائز کمیشن پر ہے اور ناجائز کام کیلئے حاصل ہونے والے مناصب بھی چونکہ ان ناجائز کاموں کیلئے استعمال ہوتے ہیں اسلئے ان سہولیات اور مناصب کا اختیار کرنا بھی ناجائز ہے جیسے علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے ما حرم اخذه حرم اعطاءه کالرباء و مهر البغی... تنبیه ما یقرب من هذا قاعدة ما حرم فعله حرم طلبه (الاشباه و النظائر ۱۸۵ القاعدة الرابع عشر)

نویں خرابی: یہ ہے کہ اس قسم کی کمپنیاں عموماً بڑے سرمایہ داروں کو یہ سرمایہ سود پر دیتی ہیں جو سودی لین دین میں معاونت اور تعاون کے مترادف ہے۔ شریعت مقدسہ کی رو سے تعاون علی الاثم ناجائز و حرام ہے لقوله تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (الاية)

دسویں خرابی: یہ ہے کہ اس قسم کے کمپنی کا ممبر شپ اختیار کرنا ملکی معیشت کو برباد کرنا ہے کیونکہ اس ممبر کا سرمایہ اپنے ملک کے بجائے دوسرے ملک منتقل ہو جاتا ہے، چونکہ یہ کمپنی چین کی ہے، اور اس مشین سے حاصل شدہ جملہ سرمایہ چین ہی کو منتقل ہوگا۔ جو ملک کے ساتھ خیانت ہے، اس قسم کی خیانت کی اجازت نہ اسلام دیتی ہے اور نہ ملکی قوانین۔

لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر شینل کمپنی کا ممبر بنکر ان کے کاروبار میں حصہ دار بننا شرعاً جائز نہیں۔ اگر چہ بعض جزئیات بظاہر ان کے اس حیلہ باز لین دین کے جواز کا سامان مہیا کرتے ہیں مگر چونکہ اس میں یہ خرابیاں بھی موجود ہیں اس لئے یہاں حرام کو ترجیح ہوگی فقہاء اسلام نے ہر اس جگہ پر حرام کو ترجیح دی ہیں جہاں حلال و حرام کا اختلاط ہوا ہو اور اس کے لئے انہوں نے ایک اصولی قاعدہ مقرر کیا ہے کہ (اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام و بمعناه ما اجتمع محرم و مبیح الاغلب المحرم (الاشباه والنظائر ۱۱۹) اور علامہ ابن نجیم ایک اور مقام پر لکھا ہے۔ (وصرح به فی فتاوی قاری الهدایة ثم قال والعقد اذا فسد فی بعضه فسد فی جمیعه (الا شباه والنظائر ۱۱۷) اسلئے تمام مسلمانوں سے یہی استدعاء ہے کہ وہ اس کمپنی کے لین دین اور کاروبار میں شریک ہونے سے اجتناب کریں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اس خرابی سے بچائیں۔

هذا ما ظهر لی والله اعلم

مختار اللہ حقانی

خادم دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک